| ISSN: 2959-2585 2959-2577 | Journal of Arabic University of Karachi | Vol: 2 Issue :1 January-June 2024 |
| --- | --- | --- |

Journal URL: Journal of Arabic, University of Karachi (arabicuok.com)
Issue URL: https://arabicuok.com/index.php/joa/issue/view/5

# عنوان المقال

# THE QURANIC ATTRIBUTES OF THE NOBLE COMPANION IN THE LIGHT OF THE STATEMENTS OF THE COMMENTATORS

# صحابہ کرام کی قرآنی صفات اقوال مفسرین کی روشنی میں

## إعداد

*** Muhammad Hassan Saeed,**

* *Assistant Professor, Department of Sciences and Humanities, FAST National University of Computer and Emerging Sciences, Karachi Campus*

**** Muhammad Shahzad Shaikh,**

** *Assistant Professor, Department of Sciences and Humanities, FAST National University of Computer and Emerging Sciences, Karachi Campus.*

***** Farhan Ali Memon,**

*** *Lecturer, Department of Sciences and Humanities, FAST National University of Computer and Emerging Sciences, Karachi Campus.*

# THE QURANIC ATTRIBUTES OF THE NOBLE COMPANION IN THE LIGHT OF THE STATEMENTS OF THE COMMENTATORS

## صحابہ کرام کی قرآنی صفات اقوال مفسرین کی روشنی میں

*Muhammad Hassan Saeed,*

*Muhammad Shahzad Shaikh,*

*Farhan Ali Memon,*

**ABSTRACT:**

*The initial recipients of the Holy Quran were indeed the respected companions of Prophet Muhammad (peace be upon him). The Holy Quran encompasses every aspect of their lives, addressing their private and public moments, their outward and inward states, as well as their personal and communal goals, ultimately guiding them toward self-improvement. It is evident that the companions are essentially Quranic personalities. It is highly unjust to view them solely through the lens of history and judge their character based only on historical events. We have emphasized the significance of the attributes of the noble companions as explained by the Holy Quran. Additionally, we have enriched each description found in the Holy Quran with scholarly interpretations. This further aids in understanding the personalities of the noble companions. The reader can gain a better understanding by reflecting upon the headings of this article, which also highlights its significance.*

**KEYWORDS:**

*Companions of Prophet Muhammad, Quranic personalities. The Quranic attributes of the companions.*

## مقدمہ:

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کے اولین مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعتِ مقدسہ ہی ہے۔اس طرح کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ جس میں ہمیں قرآنِ کریم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر قدم پر رہنمائی اور ظاہری و باطنی اصلاح لا پہلو نظر آتا ہے۔ چناں چہ اقرأ سے شروع ہونے والا وہ سفر جو تیئیس سال کے عرصے میں الیوم "أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ" پر اختتام پذیر ہوتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی خلوت و جلوت، ظاہر و باطن، ذاتی و اجتماعی غرض ہر پہلو سے اصلاح کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں قرآنی صفات کی حاملین وہ شخصیات تیار ہوتی ہیں کہ جو رہتی دنیا تک کے لیے مقتداء اور رہنمائی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔قرآن کریم انھیں جن عنوانات سے یاد کرتا ہے اور جن اعزازات سے نوازتا ہے وہ ان ہی کا خاصہ ہے۔امت کی صلاح و فلاح اب اسی میں مضمر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اسی طرز اور طریقے پر کی جائے جس طرز و طریقے پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کر کے دکھائی اور دین پر اسی طرح چلا جائے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کو برتا۔اس کے علاوہ کے طور و طریقے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے موافق ہوں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی منشاء کا تقاضہ۔ چناں چہ " يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ"میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو تلاوت سکھانے کا ذکر ہے، "وَيُزَكِّيهِمۡ" میں ان کے قلوب کی طہارت کا بیان ہے ،"وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ"سے تفہیم کتاب کا بیان ہے، "وَٱلۡحِكۡمَةَ"فرما کر سنت نبوی کا خوگر بنایا جارہا ہے۔(1) ایک طرف "لَا تُقَدِّمُواْ" (2) فرما کر رفتار و گفتار میں موقع و محل کا لحاظ رکھنے کا درس دیا جارہا ہے تو دوسری طرف "لا ترفعوا اصواتکم "(3) کے ذریعے مخاطب کر کے ان کے انداز گفتگو کی اور "وَلَوۡ أَنَّهُمۡ صَبَرُواْ" (4) کہہ کر آدابِ ملاقات سکھائے جارہے ہیں، اسی طرح "فتبینوا" (5) کے حکم ذریعے بلا تحقیق اقدام سے گریز کی تعلیم دی جارہی ہے۔ کہیں "فَإِذَا طَعِمۡتُمۡ فَٱنتَشِرُواْ"(6) میں آداب میزبانی کا بیان ہے تو کہیں "فَسۡـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٖ" (7) غیر محرم سے گفتگو کے آداب کی تعلیم، ایک طرف حقوق العباد "تَفَسَّحُواْ فِي ٱلۡمَجَٰلِسِ" (8) کی تربیت ہے تو دوسری طرف حقوق اللہ "فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ" (9) کی تعلیم، ظالم کے ظلم سے بچنے کے اولاً "أَلَمۡ تَكُنۡ أَرۡضُ ٱللَّهِ وَٰسِعَةٗ"(10) ہجرت کا حکم ہے تو ثانیاً "أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمۡ ظُلِمُواْ"(11) جہاد کا حکم، فراخی اور تنگی ہر دو صورت میں "ٱنفِرُواْ خِفَافٗا وَثِقَالٗا" (12) نکلنے اور مشکل حالات میں "فَٱثۡبُتُواْ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرٗا" (13) ثابت قدمی اور ذکر اللہ کی تلقین ہے۔

## زیرِ نظر جائزے کے امیازات:

قرآن کریم کی آیات بینات کی روشنی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں چند قرآنی شہادتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ہر آیت میں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق کسی خاص وصف، امتیاز یا شہادتِ قرآنیہ کے الفاظ ہی کو مستعار لے کر عنوانات سے معنون کیا گیا ہے۔مزید یہ کہ ہر آیت کا لفظی ترجمہ کرنے کی بہ جائے آیت کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ متعلقہ آیت کے لفظی ترجمے کے لیے حضرت قاری فتح محمد صاحب جالندھری کے ترجمے کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح مفسرین کرام کی تفاسیر کی روشنی میں اس آیت کی بابت ان کا مختصر تبصرہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق آیت کے ظاہر سے جو مفہوم ہو رہا تھا وہ تو بعینہ و بلفظہ اس آیت سے اخذ کر کے ذکر کر دیا گیا ہے، لیکن اس ساتھ ہی اگر کسی

مفسر نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق کوئی اور علمی و فقہی استنباط ذکر فرمایا تھا تو اس کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ چناں چہ اس سلسلے میں جن تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں علامہ ابن کثیر دمشقی کی تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر، قاضی ثناءاللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری، علامہ آلوسی بغدادی کی روح المعانی، مولانا عبد الماجد دریاآبادی کی تفسیر ماجدی، مفتی محمد شفیع سہارن پوری کی معارف القرآن، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کی تفسیر انوار البیان، مولانا ادریس کاندھلوی کی معارف القرآن خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ویسے تو سارا قرآن ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات کو بیان کرتا نظر آتا ہے، لیکن ایک اہم بات یہ ہے کہ مندرجہ ذیل آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونے والے اکثر اعتراضات کے جوابات بھی آ گئے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

## صحابہ رضی اللہ عنہم صفت انسانیت میں کامل ہیں

اللہ تعالیٰ کے یہاں مطلوب ایمان "الناس" کا ایمان ہے: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ءَامِنُوا۟ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ (14) مفہومِ آیت یہ ہوا کہ جب ان کافروں سے کہا جاتا کہ تم "الناس" یعنی ان "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم" کی طرح پختہ ایمان لاؤ۔

## قولِ مفسر:

مفسر دریاآبادی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "الناس" سے انسانِ کامل مراد لیا جا سکتا ہے۔ پھر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ایمان ان کی طرح لاؤ جو صفت انسانیت میں کامل ہیں اور واقعتاً انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ لیکن کافر لوگ بوجہ اپنے انکار کے، صورتاً تو انسان ہیں نا کہ حقیقتاً، بل کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ ایسے لوگوں کے واسطے ہے کہ یہ جانور ہیں بل کہ ان سے بھی بدتر ہیں۔(15)

صاحبِ معارف القرآن اس آیت میں "الناس" سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد لیتے ہیں۔ یہی حضرات نزول قرآن کے وقت ایمان لانے والے تھے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی صرف وہی ایمان معتبر ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی طرح پختہ ہو۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان ایک کسوٹی ہے جس پر باقی ساری امت کے ایمان کو جانچا جائے گا جو اس کسوٹی پر پورا نہ ہو اس کو شرعاً ایمان اور ایسا کرنے والے کو مؤمن نہیں کہا جائے گا۔ اس کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل خواہ ظاہر میں کتنا ہی اچھا نظر آئے اور کتنی ہی نیک نیتی سے کیا جائے اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔(16)

## حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اصولِ دین میں ہمارے مقتداء ہیں

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی معیاریت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

فَإِنْ ءَامَنُوا۟ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهْتَدَوا۟ ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّمَا هُمْ فِى شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ ٱللَّهُ ۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ (17)

مفہومِ آیت یہ ہوا کہ ہدایت یافتہ ہونے کا معیار ایمان کامل ہے اور ایمان کامل کا صحیح اور قابل تقلید نمونہ ایمانِ صحابہ ہے تو اگر تم ان کے معیار سے مطابقت کی بجائے مخالفت اختیار کرتے ہو، تو تم در حقیقت بدبختی کا شکار ہو۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے تو سن لو اللہ ان کے لیے کافی ہے۔ وہ دیکھتا بھی خوب ہے اور سنتا بھی خوب ہے

## قولِ مفسر:

اٰمَنْتُمْ کے مخاطب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اس آیت میں ان کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ قرار دے کر حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک مقبول و معتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار فرمایا جو اعتقاد اس سے سرِ مو مختلف ہو اللہ کے نزدیک مقبول نہیں، توضیح اس کی یہ ہے کہ جتنی چیزوں پر یہ ایمان لائے ان میں کوئی کمی زیادتی نہ ہو اور جس طرح اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اس میں کوئی فرق نہ آئے۔ مثلاً شریعت میں رسول کی عظمت و محبت فرض ہے اس کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہوتا مگر اس آیت میں ان کے لئے بھی سبق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عظمت و محبت اللہ کے نزدیک ایسی ہی مطلوب ہے جیسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں آپ کی تھی اس سے کمی بھی جرم ہے اور اس میں زیادتی بھی غلو اور گمراہی ہے۔"(18) ایمان اصول دین میں سے ہے۔اور اللہ تعالی نے یہاں ہمیں اسی اصول دین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید کرنے کا حکم دیا ہے۔ایمان لانے کے واسطے کلمہ وہ معتبر ہو گا جس کی صحابہ نے گواہی دی۔اب اگر کوئی اس کے علاوہ کسی کلمے کے ذریعے ایمان میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا یہ بزعِ خود مؤمنین ہونے کا دعوی کرے گا وہ اپنے اس دعوے میں یقیناً جھوٹا قرار پائے گا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ اصول دین میں ہمارے مقتداء ہیں۔

### صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کرنا کم عقل لوگوں کا کام ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ان کافروں کا جواب نقل فرماتے ہیں:

قَالُوٓا۟ أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ ۗ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ (19)

یعنی وہ کہنے لگے کہ کیا ہم ان بے وقوفوں (نعوذ باللہ) کے ایمان جیسا ایمان لائیں! ؟اور پھر اس کا جواب بھی خود ہی مرحمت فرمادیا کہ بے وقوف صحابہ کرام نہیں ہیں بل کہ یہ خود احمق ہیں لیکن ان کو اپنے احمق ہونے کا بھی اندازہ نہیں ہے۔

### قولِ مفسر:

یہ طنز ہے اس وقت کے پکے اور سچے مسلمانوں پر۔یعنی آنحضرت ﷺ کے صحابہ پر طعنہ زنی ہے۔بقول حضرت ابن جریر عن ابن عباس وابن مسعود سے آج تک یہی سنت چلی آرہی ہے کہ نام نہاد "ترقی پسندوں "روشن خیالوں "اور "متجددین "کی جانب سے خالص و مخلصین اہل ایمان کو "جمود پسند "، "رجعت پسند "، "تاریک خیال "وغیرہ خطابات عطا ہوتے رہتے ہیں! (20) اللہ تعالی صحابہ کرام پر طعنہ کسنے والوں کا جواب خود مرحمت فرمارہے ہیں تو اب کسی خارجی دفاع کی ضرورت ہی کہاں باقی رہ جاتی ہے۔

### جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم صفت رضوان سے متصف ہیں تاہم سابق کو تالی پر فضیلت حاصل ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیعت رضون سے متعلق فرماتے ہیں:

وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ (21)

مفہومِ آیت یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان لانے میں پہل کی (مراد مہاجرین وانصار صحابہ ہیں) پھر وہ جنھوں نے ان کی اتباع کی اور ان کے ہی راستے پر چلے۔ان کے لیے بشارت یہ ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے بل کہ خود اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔یہ بڑی کامیابی ہے۔

**قولِ مفسر:**

حضرات مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے حرف "من" کو تبعیض کے لئے قرار دے کر مہاجرین وانصار، صحابہ کے دو طبقے قائم کئے ہیں۔پہلا طبقہ سابقین اولین مہاجرین صحابہ کا اور دوسرا دیگر انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے۔پھر اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں، بہ قول سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سابقین اولین وہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھی ہیں۔بہ قول عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سابقین اولین سے وہ صحابہ مراد ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے، اور بہ قول امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جو صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے تھے۔اور ہر دو قولوں کے مطابق باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجر ہوں یا انصار سابقین اولین کے بعد دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔اور بہ مطابق تفسیرِ مظہری حرف "من" کو اس آیت میں "بیانیہ" مانا جائے تو اب اس صورت میں مفہوم یوں ہو گا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ نسبت باقی امت کے سابقین اولین ہیں، اور "ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ" اس کا بیان ہے۔آیت "وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٍ" چناں چہ پہلی تفسیر کے مطابق وہ مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم جو تحویل قبلہ یا غزوہ بدر یا بیعت حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو کر زمرۂ صحابیت میں شامل ہوئے، دوسرا طبقہ اور درجہ ان کے بعد کے (بشمول باقی مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سب مسلمانوں کا ہے، جو قیامت تک ایمان واعمال اور اخلاق کے اعتبار سے اُن کے طریقے پر چلتے ہوئے اُن کی کامل اتباع کریں گے۔اور دوسری تفسیر کے مطابق "وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم" میں (جمیع) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے لوگ شامل ہیں جن کو تابعین کہا جاتا ہے، پھر ان تابعین کے بعد قیامت تک آنے والے وہ سب مسلمان بھی اس میں شامل ہیں جو ایمان و عمل اور اخلاق عالیہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکمل متبعین ہیں۔البتہ اس آیت میں ان لوگوں کے واسطے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی مشاجرات کی بنیاد پر بعض صحابہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جس سے قارئین وسامعین کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے، وہ اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی ایک پر خطر راہ پر ڈال رہے ہیں۔[22] فقہاء کرام نے وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم "سے ایک اصول تخریج کیا ہے کہ "سابق کو تالی پر فضیلت حاصل ہے" کیوں کہ پہلا شخص نیکی کا داعی ہوتا ہے اور دوسرا اس کا تابع ومقلد، اور سابق کو تالی کے مقابلے میں دوگنا اجر ملتا ہے۔[23]

**صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین تفاوت درجات**

قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجات میں تفاوت کی بابت اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَا يَسۡتَوِي مِنكُم مَّنۡ أَنفَقَ مِن قَبۡلِ ٱلۡفَتۡحِ وَقَٰتَلَۚ أُوْلَٰٓئِكَ أَعۡظَمُ دَرَجَةٗ مِّنَ ٱلَّذِينَ أَنفَقُواْ مِنۢ بَعۡدُ وَقَٰتَلُواْۚ [24]

یعنی جس نے تم میں سے فتح مکہ سے پہلے انفاق وجہاد فی سبیل اللہ کیا وہ اور جسے یہ سعادت نصیب نہ ہوئی وہ برابر نہیں ہو سکتے۔اُن کا درجہ اِن لوگوں سے عظیم ہے کہ جنہوں نے بعد میں انفاق وجہاد فی سبیل اللہ کیا۔

**قولِ مفسر:**

اس آیت میں فتح مکہ کو دونوں طبقوں کے واسطے حدِ فاصل قرار دیا گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل سیاسی حالات اور ظاہری اسباب اسلام اور مسلمانوں کے حق یا مخالفت میں لوگوں کے سامنے عیاں نہیں تھے۔ تعداد کی قلت دشمنوں کی کثرت کے سبب اسلام کا اظہار کرنا ہی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ چناں چہ ایسے وقت میں جب کہ فنا و بقا کے احتمالات موجود تھے ان حالات میں اسلام کی دعوت کو اپنے سینے سے لگا کر جن صحابہ نے اپنی جان و مال، عزت و آبرو کو خطرے میں ڈالا اور آنحضرت ﷺ کی کھل کر مدد و نصرت کی ان کی ایمانی قوت اور عملی اخلاص تک وہ لوگ جو اگرچہ اس دعوت کو حق و سچ تو سمجھتے تھے لیکن دشمنوں کی ایذاء کے خوف یا اپنے ضعف کے باعث اس میں شامل ہونے کی ہمت نہیں رکھتے تھے نہیں پہنچ سکتے۔ دنیا کا دستور بھی ہے کہ لوگ ابتداءً کسی ایسی جماعت یا تحریک میں فوراً شرکت نہیں کیا کرتے کہ جس کی کامیابی کا احتمال کم اور ناکامی کا احتمال زیادہ نظر آرہا ہو، بل کہ دور رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں، جب کامیابی کے امکانات عیاں ہونے لگتے تو اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔(25)

**جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم فی ذاتہ ماجور من اللہ ہیں**

قرآن کریم میں جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے فرمانِ باری تعالی ہے: وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝(26)

مطلب یہ ہے کہ حسنیٰ یعنی اجر عظیم کا وعدہ سب (صحابہ کرام ) کے واسطے ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال (اور اخلاص) سے خوب واقف ہے۔

**قولِ مفسر:**

آیات کے اس حصے کی ابتداء میں اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہمی درجات کا تفاضل ذکر کیا گیا ہے لیکن اس دوسرے حصے میں باوجود باہمی فرق مراتب کے اللہ تعالی نے حسنیٰ یعنی جنت و مغفرت کا وعدہ سب ہی کے لئے کر لیا ہے، یہ وعدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان دونوں طبقوں کے لئے ہے جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے یا بعد میں انفاق و جہاد فی سبیل اللہ کیا، اس میں تقریباً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت شامل ہو جاتی ہے کیونکہ ایسے افراد تو شاذ و نادر ہی ہو سکتے ہیں جنہوں نے مسلمان ہو جانے کے باوجود انفاق و جہاد فی سبیل اللہ نہ کیا ہو، اس لئے قرآن کریم کا یہ اعلان مغفرت و رحمت پوری جماعتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے عام اور شامل ہے۔(27)

**جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم سے دخول جہنم کی نفی کا اعلان ہے**

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے عدم دخول نار سے متعلق قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا ٱلْحُسْنَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝(28)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے (مراد صحابہ کرام) ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے۔ وہ اس (جہنم کی آگ) سے دور رکھے جائیں گے۔

**قولِ مفسر:**

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ (ماقبل آیت کی طرف اشارہ ہے) کو مقرر کر دیا ہے وہ جہنم سے ایسے دور رہیں گے کہ جہنمیوں کی تکلیف دہ اور اذیت ناک آوازیں بھی ان کے کانوں تک نہ پہنچیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر فرمایا میں ان ہی میں سے ہوں اور حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان و طلحہ اور زبیر و سعید اور عبدالرحمن بن عوف وابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم بھی ان میں سے ہیں۔ (29)

## جنگ جمل و صفین کے شرکاءماجورین من اللہ تھے

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جنگ جمل اور صفین میں شریک ہوئے ان سے متعلق ہمیں قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے رہنمائی ملتی ہے:

وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱقۡتَتَلُواْ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَاۖ فَإِنۢ بَغَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا عَلَى ٱلۡأُخۡرَىٰ فَقَٰتِلُواْ ٱلَّتِي تَبۡغِي حَتَّىٰ تَفِيٓءَ إِلَىٰٓ أَمۡرِ ٱللَّهِۚ فَإِن فَآءَتۡ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَا بِٱلۡعَدۡلِ وَأَقۡسِطُوٓاْۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُقۡسِطِينَ (30)

خلاصہ آیت یہ ہے کہ اگر مومنین کی دو جماعتوں میں نزاع واقع ہو جائے اور باہم دست و گریباں ہو جائیں تو ان کے درمیان صلح کرانی چاہے۔ پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے کے خلاف لڑنا چاہیے جب تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع نہ کرلیں۔ جب وہ رجوع کرلیں تو تمہارا کام یہ ہے کہ فریقین میں مساوات اور انصاف کے ساتھ صلح کرادو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ بھی انصاف کرنے والوں کو ہی محبوب رکھتا ہے۔

### قولِ مفسر:

جنگ جمل اور جنگ صفین جو بظاہر آپس کی لڑائی تھی، لیکن چوں کہ ہر دو جانب نیک نیتی کارفرما تھی، لہذا دونوں جماعتوں کے بارے میں مؤمن ہونے کی شہادت خود قرآن کریم کی اس آیت میں مذکور ہے۔ البتہ اہل سنت و جماعت اس بات کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب ہی تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دیگر حضرات خطاءِ اجتہادی پر تھے۔"امام ابو بکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ آیت قتال بین المسلمین کی تمام صورتوں کو حاوی اور شامل ہے اس میں وہ صورت بھی داخل ہے جس میں دونوں فریق کسی حجت شرعی کے تحت جنگ کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات اسی قسم میں داخل ہیں۔ چناں چہ یہ جائز نہیں کہ قطعیت کے ساتھ کسی ایک فریق کی طرف خطا کی نسبت کی جائے کیوں کہ سب حضرات صحابہ نے اپنے اپنے طرزِ عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھا تھا۔ ہمیں یہی حکم ہے کہ ان کے معاملات سے خود کو علاحدہ رکھیں ان کے درمیان قطعیت کے ساتھ (بغیر اجتہادی خطاء کا لفظ استعمال کیے) فیصلہ کرنے سے گریز کریں وجہ اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ صحابیت بڑے اونچے درجے کی چیز ہے۔ یہ پیارے نبی کے ساتھی ہیں اور انھوں نے ہی ہمیں ان کے بارے میں برے الفاظ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (31)

## حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تبعاً نبوی بصیرت کے حامل ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبوی بصیرت سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ[32]

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم فرمارہے ہیں کہ آپ ان لوگوں سے ارشاد فرمادیں کہ یہ (دین اسلام) میرا راستہ ہے۔ میں علی وجہ البصیرت دعوت الی اللہ دیتا ہوں۔ میں خود بھی اور میری اتباع کرنے والے (اولین مصداق صحابہ ہیں) بھی۔ اور اللہ تعالیٰ منزہ (شرکت سے) ہیں اور میں (خود بھی) مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

## قولِ مفسر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو علوم رسالت کے خزانے اور خداوند سبحانہ وتعالیٰ کے سپاہی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ اس تمام امت کے بہترین افراد ہیں جن کے قلوب پاک اور علم گہرا ہے تکلف کا ان میں نام نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے رسول کی صحبت و خدمت کے لئے منتخب فرما لیا ہے تم انہی کے اخلاق وعادات اور طریقوں کو سیکھو کیونکہ وہی سیدھے راستہ پر ہیں۔ "أَنَا" سے خود آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے اور "وَمَنِ اتَّبَعَنِي" کا اولین مصداق آپ کے صحابہ ہیں۔ اس آیت قرآنیہ کے ساتھ وہ حدیث "ما أنا عليه وأصحابي"[33] کو سامنے رکھیں جس میں تہتر فرقوں کا ذکر ہے تو معلوم ہو گا کہ اس میں بھی "ما أنا" سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اور "وأصحابي" سے جماعت صاحب کا ہونا واضح ہے۔ اہل سنت وجماعت انھیں دو ذوات سے مرکب ہیں۔ سنت سے ذاتِ گرامی اور جماعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بابرکت طائفہ مراد ہے۔ چناں چہ یہی فرقۂ ناجیہ ہے۔

## حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم صفتِ خیریت کے ساتھ ہر زمانے میں متصف ہیں

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اخیار امت ہونے کی خبر ارشاد فرماتے ہیں:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ[34]

مطلب یہ ہے کہ تم (یعنی لفظِ "تم" کی اولین مصداق "جماعتِ صحابہ" ہے) بہترین امت ہو جو لوگوں کی نفع رسانی کی خاطر مامور ہو۔ لوگوں کو اچھے کام کا حکم اور برے کاموں سے روکنے والے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

## قولِ مفسر:

اس آیت کے اولین مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ جن کو ساری امت کی ہدایت کے واسطے چنا گیا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "کنتم خیر أمة" ہمارے اولین کے لیے ہے پچھلوں کے لیے نہیں ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو بجائے "کنتم" کے "انتم" فرماتا لیکن اس نے "کنتم" صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اور ان لوگوں کے لیے فرمایا جنھوں نے صحابہ کی طرح کام کئے۔[35] اس پر اجماع امت ہے کہ انبیاء میں سب سے افضل محمد رسول اللہ ہیں، اور امتوں میں سب سے افضل امت محمدیہ ہے، اور امت محمدیہ قرون میں سب سے افضل قرنِ صحابہ ہے۔

**قرآنی مدح صحابہ للمہاجرین(یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے)**

فقراء مہاجرین صحابہ کی فضیلت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيٰرِهِمْ وَأَمْوٰلِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوٰنًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ [36]

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے گھروں سے بے گھر کیا گیا اور مالوں سے محروم کیا گیا جب کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب تھے اور اس کے دین کے مددگار تھے درحقیقت یہی لوگ سچے ہیں۔

**قولِ مفسر:**

قرآن کریم شہادت دے رہا ہے کہ یہ وہ مظلوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کہ جن ان کا مال بھی ان سے چھینا گیا، ان کو بے گھر بھی کیا گیا، مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، یہ حضرات فقر وفاقہ پر مجبور ہوئے صرف اللہ کے دین اور اس کی رضا جوئی کی خاطر اور آگے چل کر جہاد و قتال فی سبیل اللہ میں اسی کسم و پرسی کی حالت میں شریک ہوئے، اللہ اور اس کے رسول کے دین کی نصرت کرتے ہوئے ان میں سے کتنوں نے اپنی جانوں کا نظرانہ پیش کیا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی مدح سرائی مذکورہ بالا الفاظ میں فرمائی جو رہتی دنیا تک تلاوت کی صورت میں لوگوں کی زبانوں پر جاری ساری رہے گی۔ دراصل یہ اللہ کریم کی جانب سے صاف وصریح "قرآنی مدح صحابہ" ہے۔[37]

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

**قرآنی مدح صحابہ للانصار(ہمارے لیے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے)**

اللہ تعالیٰ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کے اخلاص کی گواہی قرآن کریم میں دے رہے ہیں:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [38]

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انصار صحابہ جو پہلے ہی سے اسلام پر کاربند اور اپنے گھروں میں رہائش پذیر تھے انھوں نے بڑی خوش دلی کے ساتھ اپنی طرف ہجرت کرکے آنے والوں کا استقبال کیا۔ خود تنگی برداشت کرکے ان کے لیے فراخی کا سامان کیا۔ درحقیقت ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

**قولِ مفسر:**

قرآنی مدح کا دوسرا جزو ہے۔ مہاجرین کے بعد اب حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے مناقب وفضائل بیان ہو رہے ہیں۔[39]

پہلی صفت: مطلب آیت کا یہ ہوا کہ مہاجرین کو تقسیم غنیمت وغیرہ میں سے جو کچھ ملتا رہتا ہے، اور انہیں جو شرف و مرتبہ حاصل ہو چکا ہے، اس کی طرف یہ انصار کبھی اپنا خیال بھی نہیں لے جاتے۔ دوسری صفت: انصار، مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں۔ تیسری صفت: یہ

فضیلت کا اعلی درجہ اور انتہائی مرتبہ ہے جو حضرات انصار کے لئے ارشاد ہو رہا ہے۔ یہ حضرات مہاجرین کے حصہ پر بجائے رشک کرنے کے، خود اپنے پاس سے انہیں کھلاتے پلاتے رہتے ہیں، چاہے خود پر فاقہ ہی کی نوبت کیوں نہ آجائے۔[40]

**آنحضرت ﷺ کو صحابہ کی معیت میں جمے رہنے کا حکمِ خداوندی**

آنحضرت ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق حکم خداوندی ہوتا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ [41]

حکم یہ ہے کہ آپ اپنی معیت کی سعادت ان پاک باز و پاک طینت نفوس ہی کو مرحمت فرمائیں جو دن رات اپنے رب کی یاد میں اس کی رضاجوئی کی غرض سے مصروف عمل رہتے ہیں۔ بس اپنی تمام تر توجہات کا مرکز انہی کو بنائے رکھیے۔

**قولِ مفسر:**

عیینہ بن حصن فزاری مکہ کا رئیس آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے پاس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جو فقرا اصحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے، ان کا لباس خستہ اور ہئیت فقیرانہ تھی، اور بھی اسی طرح کے کچھ فقراہ غربا مجمع میں تھے۔ عیینہ نے کہا کہ ہمیں آپ کے پاس آنے اور آپ کی بات سننے سے یہی لوگ مانع ہیں، ایسے خستہ حال لوگوں کے پاس ہم نہیں بیٹھ سکتے، آپ ان کو اپنی مجلس سے ہٹادیں، یا کم از کم ہمارے لئے علیحدہ مجلس بنادیں اور ان کے لئے الگ۔ ابن مردویہ نے بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ امیہ بن خلف نے آنحضرت ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ غریب فقیر شکستہ حال مسلمانوں کو آپ اپنے قریب نہ رکھیں، بلکہ مکہ اور قریش کے سرداروں کو ساتھ لگائیں، یہ لوگ آپ کا دین قبول کرلیں گے تو دین کو ترقی ہوگی۔ اس طرح کے واقعات پر یہ ارشاد نازل ہوا، جس میں ان کا مشورہ قبول کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا، اور صرف یہی نہیں کہ ان کو اپنی مجلس سے ہٹائیں نہیں، بلکہ حکم یہ دیا گیا کہ آپ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ باندھ کر رکھیں، مراد یہ ہے کے تعلقات اور توجہات سب ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رہیں، معاملات میں انہی سے مشورہ لیں، انہی کی امداد و اعانت سے کام کریں، اور اس کی وجہ اور حکمت ان الفاظ سے بتلادی گئی کہ یہ لوگ صبح شام یعنی ہر حال میں اللہ کو پکارتے اور اسی کا ذکر کرتے ہیں، ان کا جو عمل ہے وہ خالص اللہ تعالی کی رضاجوئی کے لئے ہے، اور یہ سب حالات وہ ہیں جو اللہ تعالی کی نصرت و امداد کو کھینچتے ہیں، اللہ کی مدد ایسے ہی لوگوں کے لئے آیا کرتی ہے، چند روز کی تنگی سے گھبرائیں نہیں، انجام کار فتح و نصرت انہی کو حاصل ہو گی۔[42]

**فقراء صحابہ کو محض دور کرنے کے ارادے پر نہی خداوندی کا نزول**

آنحضرت ﷺ کے دل کے خیالات کی حفاظت کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ [43]

مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ طالبِ حق تعالیٰ ہیں اور ہمہ وقت یادُاللہ میں گزارتے ہیں انھیں اپنے سے دور نہ فرمائیں۔ جو نہیں مانتے ان کے بارے میں آپ سے کوئی سوال نہیں ہوگا جیسے وہ آپ کے بارے میں جوابدہ نہیں ہیں۔ بصورتِ دیگر یہ غیر منصفانہ عمل ہوگا۔

**قولِ مفسر:**

واقعہ یوں ہوا سرداران قریش کا پیغام آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہ ہم اشراف قریش ہیں۔ آپ کی مجلس میں ہمیشہ بلال، صہیب، عمار، مقداد اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم، جیسے فقراء اور غلام حاضر رہتے ہیں۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کے پاس آکر بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں لیکن آپ کے پاس رذیل (نعوذ باللہ) لوگ بیٹھتے ہیں ہمارا ان کے ساتھ مل کر بیٹھنا ہمارے لیے عار کا باعث بنتا ہے اس لیے ہم جب آپ کے پاس آیا کریں تو آپ اپنی مجلس سے ان لوگوں کو اٹھا دیا کریں۔ آنحضرت ﷺ کا خیال اس طرف ہوا کہ سرداران قریش کی یہ درخواست منظور کرلی جائے شاید اس بہانہ سے یہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی مشورہ دیا کہ یارسول اللہ ایسا کر کے دیکھیے تو سہی کہ سرداران قریش اس کے بعد کیا کرتے ہیں یعنی امتحاناً ان کی یہ درخواست منظور کرلی جائے (معاذاللہ) اس سے درویشانِ اسلام اور فقراء مسلمین کی تحقیر مقصود نہ تھی بلکہ روسائے قریش کی تالیفِ قلب بہ امیدِ ہدایت مقصود تھی اور چونکہ خود صحابہ کو اس کا علم تھا اس لیے اس سے ان کی دل شکنی بھی نہ ہوئی یہ رائے ابھی خیال ہی کے درجہ میں تھی کہ عمل کی نوبت ہی نہیں آئی تھی کہ اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوگئیں اور اللہ کی طرف سے ممانعت آگئی کہ آپ ہرگز ایسا نہ کریں۔

**مہاجرین وانصار کے درمیان تالیف نصرت نبوی کا ذریعہ ہے**

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وجود کو آنحضرت ﷺ کے واسطے اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں:

وَإِن يُرِيدُوٓاْ أَن يَخۡدَعُوكَ فَإِنَّ حَسۡبَكَ ٱللَّهُۚ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصۡرِهِۦ وَبِٱلۡمُؤۡمِنِينَ (44)

خلاصہ آیت کچھ یوں ہے کہ یہ کفار آپ کو دھوکہ دے کر نقصان پہچانا چاہتے ہیں۔ (اور آپ کو نصرت کی ضرورت ہے تو) آپ (بالکل) فکر مند نہ ہوں۔ اللہ کی مدد اور مؤمنین (صحابہ کرام ) کی نصرت آپ کی قوت میں اضافے کے واسطے ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہے۔

**قولِ مفسر:**

خود آنحضرت ﷺ اور مہاجرین صحابہ پر ایک وقت ایسا گزرا ہے کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی ان کا مددگار و غمگسار نہ تھا۔ ایسے وقت میں انصار صحابہ اٹھے اور آنحضرت ﷺ سے اپنے کیے ہوئے وعدے کو" کہ ہم (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے صحابہ نہیں کہ آپ کو کہیں گے تم اور تمہارا رب جاؤ اور قتال کرو بل کہ ہم آپ کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ اگر آپ ہمیں حکم دیں گے برکِ رماد تک جانے کا تو ہم آپ سے وجہ نہیں پوچھیں گے، بل کہ آپ کے ساتھ جائیں گے" ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں بھی نقل

کیا گیا ہے کہ اس آیت میں انصار صحابہ کرام ؓ مراد ہیں کہ جن کے ذریعے سے اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ اور مہاجرین کی نصرت فرمائی۔(45)

## حضرات صحابہ ؓ کی دوستی اور دشمنی کا معیار

اللہ تعالی صحابہ کرام ؓ کی دوستی اور دشمنی کا معیار بیان فرمارہے ہیں:

لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ كَتَبَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ حِزْبُ ٱللَّهِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ (46)

خلاصہ آیت یہ ہے کہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے ہرگز دوستی گوارہ نہیں کرتے۔ چاہے اس راہ میں ان کے سامنے ان کے والدین، بھائی، اولاد یا خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیوں کہ ان کے دلوں میں ایمان گھر کر چکا ہے اور نصرت غیبی ان کی مددگار ہے۔ آخرت کی نعمتیں باغات و نہریں انہی کے واسطے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے پاس اللہ کی رضا کا پروانہ ہے۔ اور ان کے رضا بر ضائے الٰہی ہونے پر خود اللہ گواہ ہے۔ درحقیقت یہی اللہ تعالی کی جماعت کے سپاہی ہیں۔ کامیابی جن کا مقدر ہے۔

## قولِ مفسر:

صحابہ کرام ؓ میں تقریباً سب ہی کا یہ حال تھا۔ اس جگہ مفسرین نے بہت سے صحابہ کرام ؓ کے واقعات ایسے بیان کئے ہیں جن میں باپ بیٹے، بھائی وغیرہ سے جب کوئی بات اسلام یا آنحضرت ﷺ کے خلاف سنی تو سارے تعلقات کو بھلا کر ان کو سزا دی بعض کو قتل کیا۔ عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے عبداللہ ؓ کے سامنے اس کے منافق باپ نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے باپ کو قتل کردوں، آپ نے منع فرمادیا، حضرت ابو بکر ؓ کے سامنے ان کے باپ ابو قحافہ نے آنحضرت ﷺ کی شان میں کچھ کلمہ گستاخانہ کہہ دیا تو ارحم امت صدیق اکبر ؓ کو اتنا غصہ آیا کہ زور سے طمانچہ رسید کیا جس سے ابو قحافہ گر پڑے۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح ؓ کے والد جراح غزوہ احد میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آئے تو میدان جہاد میں وہ بار بار حضرت ابو عبیدہ ؓ کے سامنے آتے وہ ان کے درپے تھے یہ سامنے سے ٹل جاتے جب انہوں نے یہ صورت اختیار کیے رکھی تو ابو عبیدہ نے ان کو قتل کردیا، یہ اور ان کے امثال بہت سے واقعات صحابہ کرام ؓ کے پیش آئے، ان پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں۔(47)

## صحابہ کرام ؓ کے صدق ایمان پر نصِ قرآنی

بیعت رضوان والوں سے متعلق اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لَّقَدْ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِى قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (48)

مطلب یہ ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے جنھوں نے درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تھی۔ان کے دلوں کی حالت سے واقف ہو کر ہی اللہ نے ان کے واسطے تسلی کا سامان مہیا فرمایا اور فتح (مکہ) قریب سے نوازا۔

**قولِ مفسر:**

یہ آیت اُن اصحابِ بیعت کی صحتِ ایمان پر ایک شہادتِ نصّی ہے۔اس بات پر دال ہے کہ یہ حقیقی مؤمن تھے۔اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔کیوں یہ تو ممکن نہیں کہ جن کے دلوں کے اخلاص سے اللہ واقف ہو ان کے پکے اور سچے مسلمان نہ ہونے کے باوجود انھیں اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمادیں۔ تفسیر مظہری میں فرمایا کہ جن خیار امت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے غفران و مغفرت کا یہ اعلان فرمادیا ہے، اگر ان سے کوئی لغزش یا گناہ ہوا بھی ہے تو یہ آیت اس کی معافی کا اعلان ہے۔ پھر ان کے ایسے معاملات کو جو مستحسن نہیں ہیں غور و فکر اور بحث و مباحثہ کا میدان بنانا بد بختی اور بظاہر اس آیت کی مخالفت ہے۔یہ آیت روافض کے قول کی واضح تردید ہے جو ابو بکر و عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پر کفر و نفاق کے الزام لگاتے ہیں۔[49]

**صحابہ کے لیے معیتِ خاصہ کی شہادت**

قرآن کریم اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ کی معیت خاصہ عطاء ہوئی ہے:

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ[50]

**رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن**

چناں چہ معیت خاصہ ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ جب معاملہ دین کے قیام کا ہو اور اس میں کوئی رکاوٹ کفار کی جانب سے ہو یہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر بے لچک رویہ اپناتے ہیں: أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ[51]

**ہو حلقۂ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم**

لیکن اسی معیت کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ آپس کے معاملات میں جب بات ایثار اور قربانی کی ہو تو اپنی ذات پر دوسرے مسلمان بھائی کی ترجیحات کا پاس رکھتے ہوئے باہمی رحم دلی کا ثبوت دیتے ہیں: رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡۖ[52]

**خوگرِ عبادت اور طلب حق کے متلاشی ہیں**

اسی طرح یہ معیت ہی کی برکت ہے کہ یہ حضرات "فی اللیل رہبان،وفی النہار فرسان" کا مصداق تھے:

تَرَىٰهُمۡ رُكَّعٗا سُجَّدٗا يَبۡتَغُونَ فَضۡلٗا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضۡوَٰنٗاۖ[53]

**مدح صحابہ فی التوراۃ**

معیت ہی کا خاصہ اور برکت ہے کہ ان کی یہ مدح سرائی پہلی آسمانی کتابوں میں سے "توراۃ" میں بھی مذکور ہے:

سِيمَاهُمۡ فِي وُجُوهِهِم مِّنۡ أَثَرِ ٱلسُّجُودِۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِي ٱلتَّوۡرَىٰةِۚ[54]

**مدح صحابہ فی الانجیل**

بالکل اسی طرح انجیل میں بھی ان کی مثال دی گئی ہے:

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (55)

**شاتمین صحابہ کے خلاف حجتِ قوی اور دلیل قطعی**

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (56)

**قولِ مفسر:**

حضرت ابو عروہ زبیری فرماتے ہیں کہ ہم حضرت امام مالک کی مجلس میں حاضر تھے ایک شخص نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے تنقیص کے کچھ کلمات کہے تو حضرت امام مالک نے یہ آیت پوری تلاوت کی اور جب "لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ" پر پہنچے تو فرمایا کہ جس شخص کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے ساتھ غیظ ہو تو اس آیت کی وعید اس کو ملے گی۔ حضرت امام مالک نے یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہو جائے گا مگر یہ فرمایا کہ یہ وعید اس کو بھی پہنچے گی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کافروں جیسا کام کرنے والا ہو جائے گا۔ (57)

**مغفرت اور اجر عظیم سے کوئی صحابی مستثنی نہیں**

چناں چہ ان سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالی نے اپنی شایانِ شان مغفرت کا اعلان فرما دیا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (58)

**قولِ مفسر:**

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں "مِنْهُم" میں مِن "بیانیہ" ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ یہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں۔ اللہ تعالی نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ روافض نے جو اس جگہ مِن کو تبعیضیہ بتلا کر بعض صحابہ کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ثابت کرنے (اور بعض کو خارج کرنے) کی جو بے ہودہ کوشش کی ہے۔ کلام کا سیاق اور مذکورہ بالا آیات اس کی نفی کرتی ہیں۔ قرآن کریم میں مِن بیانیہ کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ جیسے "فاجتنبو الرجس من الاوثان" مِن بیان ہے رِجس کا، اسی طرح یہاں "مِنْهُم" بیان ہے "الَّذِينَ آمَنُوا" کا۔ لہذا اس آیت میں بیعت رضوان والے تمام ہی صحابہ رضی اللہ عنہم بلا استثناء شامل ہیں۔ اللہ چوں کہ علیم و خبیر ہیں ماضی، حال اور مستقبل کا علم اس کے لیے یکساں ہے، لہذا رضائے الٰہی کی یہ ضمانت ان صحابہ کے لیے بلا استثناء قیامت تک کے لیے ثابت ہے۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ "ومن رضی لم یسخط علیه أبدًا" اللہ جس سے راضی ہو جائے پھر اس پر کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی آیت کی بنا پر ارشاد فرمایا کہ بیعت رضوان میں شریک

ہونے والوں میں سے کوئی آگ میں نہ جائے گا۔ گو یہ وعدہ اولاً انہی کے لئے کیا گیا ہے ان میں سے بعض کا استثناء قطعاً باطل ہے۔ اسی لئے امت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل و ثقہ ہیں۔ (59)

### صحابہ کا نبی کے ہاتھ پر بیعت کرنا در حقیقت حق تعالی کے ہاتھ پر بیعت ہے

اللہ تعالی نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیعت کے اس عمل کو جو انھوں نے نبی کے ہاتھ پر شجرۂ رضوان کے نیچے بجالایا تھا فرماتے ہیں:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوۡقَ أَيۡدِيهِمۡۚ (60)

در حقیقت تمہاری یہ بیعت اللہ کے ہاتھ پر تھی، تمہارے ہاتھ کے اوپر اللہ تعالی کا ہاتھ تھے۔

### قولِ مفسر:

یہ بیعت صحابہ نے حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر عزم جہاد پر کی تھی، جب یہ خبر اڑی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو بحیثیت سفیرِ رسول مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے، انہیں مشرکوں نے شہید کر ڈالا۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ حق تعالی کے ہاتھ کہاں؟ یا کوئی سا بھی وصف جسمانی و مادی کہاں؟ (61) مراد یہاں پر اللہ تعالی کی مدد و نصرت اور رضا ہے۔ جتنے مسلمان صحابہ اس میدان میں تھے سب نے آپ سے بہ رضا و رغبت بیعت کی تھی۔ اس بیعت میں سب سے پہل کرنے والے حضرت ابو سنان اسدی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے موت پر بیعت کی تھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج زمین پر جتنے ہیں ان سب پر افضل تم لوگ ہو۔ اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے اس درخت تلے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب جنت میں جائیں گے۔ حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ کے غلام آپ کی شکایت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو جھوٹا ہے وہ جہنمی نہیں وہ بدر میں اور حدیبیہ میں موجود رہا۔ چناں چہ ان بزرگوں کی ثنا بیان ہو رہی ہے کہ یہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (62)

### صحابہ کے قلوب مزین من الایمان اور متنفر بالکفر والعصیان ہیں

اللہ تعالی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو کیسا بنایا تھا خود بیان فرماتے ہیں:

وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ حَبَّبَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡإِيمَٰنَ وَزَيَّنَهُۥ فِي قُلُوبِكُمۡ وَكَرَّهَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡكُفۡرَ وَٱلۡفُسُوقَ وَٱلۡعِصۡيَانَۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلرَّٰشِدُونَ (63)

حقیقت یہ ہے کہ ایمان کو ان کے لیے محبوب اور ان کے دلوں کی زینت بنا دیا ہے۔ اور کفر و فسق، عصیان و طغیان کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔ در حقیقت یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔

### قولِ مفسر:

گذشتہ آیت میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اور قبیلہ بنو مصطلق کا واقعہ پیش آیا تھا کہ جس میں بنو مصطلق سے متعلق غلط فہمی پیدا ہوئی اور صحابہ آمادہ بہ جنگ ہوئے۔ قریب تھا کہ اسی غلط فہمی میں وہ بہت بڑا نقصان کر بیٹھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست نے

تحقیق کی جانب قدم بڑھایا اور یوں حقیقت سے پردہ اٹھا اور مسلمان بہت بڑے نقصان سے بچ گئے۔ وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سبق دیا گیا کہ کسی معاملے میں خود سے فیصلہ کرنے کی بجائے چاہیے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا انتظار کیا جائے۔ اگرچہ اس وقت میں صحابہ کا جوش و جذبہ اللہ اور اس کے رسول کے دین ہی کی خاطر تھا لیکن قبل از وقت اقدام کسی صورت سود مند ثابت نہ ہوتا۔ چناں چہ اس آیت کے پہلے حصے میں اسی بات پر تنبیہ کرنے کے بعد گویا ان حضرات کے دلوں کی سچائی اور ایمانی کیفیت کی بہر حال مدح سرائی کی جارہی ہے کہ واقعہ کچھ بھی ہو جماعتِ صحابہ دین کے معاملے میں کسی بھی قسم کی رُو رعایت کے روادار نہیں ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نورِ ایمان سے ان کے قلوب مزین ہیں۔ کفر فسق اور عصیان و طغیان سے ان کے قلوب متنفر ہیں۔ اسی کا تو نتیجہ تھا کہ خلافِ شریعت پر صبر نہ کرسکے اور اقدام کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ اور یہ ان پر اللہ کا فضل و انعام ہے کہ اس نے ان کو ایمان کے اس بلند مقام پر فائز فرمایا ہے۔ بالآخر رشد و ہدایت کے مینار جو ٹھہرے۔

**صحابہ ایفائے عہد میں ممتاز ہیں**

قرآن کریم میں اللہ تعالی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایفائے عہد کو بیان فرمارہے ہیں:

مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا۟ تَبْدِيلًا[64]

ان میں سے کتنے ہی ایسے ہیں کہ جنھوں نے جو وعدہ اللہ سے کیا اسے سچا کر دکھایا۔ ان میں سے بعض نے تو اپنے کہے کو پورا کر بھی دیا اور بعض منتظر ہیں (کہ کب میدان جہاد میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملے) اور (حقیقت یہ ہے کہ) انھوں نے اپنے کہے سے سرمو انحراف نہیں کیا۔

**قولِ مفسر:**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا گیا ہے کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ، بدر کی لڑائی سے غیر حاضر رہے تھے۔ ان کیلئے یہ بات بڑی تکلیف دہ تھی۔ سب سے پہلا معرکہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے اور میں غیر حاضر رہا۔ (تو آپ نے نیاز مندانہ فرمایا کہ) آئندہ اگر اللہ نے مشرکوں سے جنگ کرنے میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق دی تو میری کارگزاری اللہ دیکھ لے گا۔ چنانچہ احد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور یہاں یہ خبر گردش کرنے لگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے ہیں۔ کچھ انصار و مہاجرین نے اپنے ہتھیار اپنے ہاتھوں سے پھینک دیئے تھے (اور فکر و غم میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے)۔ حضرت انس ابن نضر رضی اللہ عنہ نے (ان کی دل گرفتگی کو بھانپ کر) کہا کہ (اگر یہی تمہاری حالت ہے تو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جی کر کیا کرو گے؟ اٹھو اور جس دین کی خاطر رسول للہ شہید ہوئے ہیں تم بھی اسی پر مر جاؤ۔ اس کے بعد مشرکوں کی فوج کی طرف رخ کر کے چل دیئے۔ احد سے ورے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، ہم میں سے بعض لوگ تو چلے گئے (شہید ہوگئے) اور اپنی کوشش کا کوئی پھل (دنیا میں) نہ کھا پائے، جن میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ احد کے دن شہید ہوگئے تو

سوائے ایک نمدہ کے اتنا کپڑا نہ تھا کہ ہم ان کو کفن دے سکتے۔ نمدہ بھی اتنا تھا کہ سر چھپاتے تھے تو قدم کھلتے تھے، اور پاؤں پر ڈالتے تھے تو سر کھلا رہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سر پر ڈال دو اور پاؤں کو اذخر (ایک قسم کی گھاس) سے چھپا دو۔(65)

**صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب کا امتحان ہو چکا ہے**

آنحضرت ﷺ نے براہ راست صحابہ کے قلوب پر تقوے کی محنت فرمائی اور اللہ تعالی نے ان کے قلوب کی جانچ فرمائی۔ یہ حضرات اس جانچ میں پورے اترے جس کے نتیجے میں من جانب اللہ "خاص انعام" یعنی مغفرت کے حق دار ٹھہرے:

أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمۡتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡ لِلتَّقۡوَىٰۚ لَهُم مَّغۡفِرَةٞ وَأَجۡرٌ عَظِيمٌ(66)

**قولِ مفسر:**

ٱمۡتَحَنَ "امتحان سے ماضی کا صیغہ ہے۔ جس کا ترجمہ "جانچ کرنا" ہے۔ صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ یہ لفظ "اَخۡلَصَ" کے معنی میں ہے۔ جس طرح سونے کو پگھلا کر خالص کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی نے ان (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) لوگوں کے قلوب کو تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے۔ ان کے قلوب میں تقویٰ ہی تقویٰ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آداب واحترام کو دیکھو! اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کو اور مدح اور توصیف کو دیکھو! اور شیعوں (روافض) کے بغض اور دشمنی کو دیکھو! وہ کہتے ہیں کہ تین چار صحابہ کے علاوہ سب کافر تھے۔ (العیاذ باللہ)(67)

**علمِ خداوندی کے مطابق صحابہ تقوے کے اہل و مستحق ہیں**

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے قول و فعل سے ثابت کیا کہ وہ تقوے کے اہل ہیں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَأَلۡزَمَهُمۡ كَلِمَةَ ٱلتَّقۡوَىٰ وَكَانُوٓاْ أَحَقَّ بِهَا وَأَهۡلَهَاۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٗا(68)

حاصل آیت یہ ہے کہ اللہ تعالی ہی نے ان کو تقوے پر استقامت نصیب فرمائی اور وہ جانتا ہے کہ یہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) اس کے مستحق اور اہل بھی تھے۔

**قولِ مفسر:**

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ "كَلِمَةَ ٱلتَّقۡوَىٰ" سے مراد کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ کلمہ شرک و کفر اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالی کے فضل اور اس کی توفیق سے کلمہ کو اپنا لیا اللہ تعالی نے ہمیشہ کے لیے اسے ان کا ساتھی بنا دیا۔ اور اب یہ اس کے ذریعہ اللہ تعالی کو بھی یاد کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کلمہ کے حقدار تھے اور اہل تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علم میں یہ تھا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کلمہ قبول کریں گے اور اس کے تقاضوں پر چلیں گے۔ اللہ تعالی نے پہلے ہی سے ان کا مزاج قبولِ حق کا بنا دیا تھا۔ چناں چہ ہوا بھی یہی کہ اسی مزاج اور طبیعت کے مطابق وہ اسی کی طرف آگے بڑھے۔(69)

**صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور منافقین کے ایمان کی کیفیت میں فرق کا بیان**

اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرامؓ اور منافقین کے ایمان کے مابین فرق کو بیان فرمارہے ہیں:

وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنًا ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (70)

کہ ان منافقین میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جو تمسخر کرتے ہوئے پوچھتے کہ نازل شدہ آیت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ جب کہ دوسری طرف مؤمنین (صحابہ کرامؓ) تھے۔ ان کی ایمانی کیفیت میں اضافہ بھی ہوتا اور وہ اس پر خوش بھی ہوتے۔

**قولِ مفسر:**

جب قرآن کریم کا نزول ہوتا تو منافقین کی حالت تو یہ ہوتی کہ وہ آپس میں مذاق کرتے کہ بھلا اس سے بھی کسی کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟ گویا ان کے نفاق میں مزید ہی اضافہ ہوتا۔ منافقین یہ سوال عوام مومنین سے بہ طور طنز و تعریض کرتے تھے۔ کہ بھلا بتاؤ تو اس نئی سورۃ کے نزول سے کس کے ایمان میں اضافہ ہوا؟ جواب اس کا اصل میں یہی چاہتے تھے کہ کسی کے نہیں۔ (جب کہ صحابہ کرامؓ کا حال یہ ہوتا تھا کہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا اور وہ اس پر خوش بھی ہوتے تھے)۔ کیوں کہ (اپنی اس ترقی ایمانی کے ادراک سے) مومن کا دل انوارِ تصدیق و یقین سے لبریز ہوتا ہے۔ ضرور تھا کہ ہر تازہ نزول قرآنی سے ان کے ایمان کی نورانیت، حلاوت و تازگی میں اضافہ ہو۔ پہلے تو وہ اپنے ایمان میں ترقی محسوس کرے اور پھر اپنی اس ترقی ایمان کے ادراک سے خوش بھی ہو۔ (71)

**آنحضرت ﷺ کو صحابہ سے مشاورت کا حکم**

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں اپنے دل کو کشادہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ (72)

جس کا مفہوم ہے کہ اللہ نے تو آپ کو نرمی کرنے والا بنایا ہے۔ اگر اس کے برعکس معاملہ ہوتا تو یہ لوگ آپ کے قریب بھی نہ آتے۔ لہذا (جب یہ اپنی غلطی پر نادم ہیں تو) ان سے درگزر کیجیے، معاملات میں ان سے مشاورت کیا کیجیے۔ جب آپ کسی معاملے میں عزم فرمالیں تو پھر اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو کر گزریے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

**قولِ مفسر:**

یہ واقعہ احد کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لغزش کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی بھی ہوئے اور اجتہادی خطاء پر کبیدہ خاطر بھی ہوئے۔اب یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے مخلصین کے لیے کہاں قابل برداشت ہوتا! نتیجہ اس کا یہ نکلتا کہ ایک طرف اپنی محرومی کا احساس حد سے زیادہ ہو کر ناامیدی کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ دوسری طرف اپنے محبوب آقا کی ناراضی کے صدمہ کی وجہ سے احتمال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک میں ان کی طرف سے تکدر پیدا ہو جو حصولِ ہدایت اور حصولِ علم میں خلل کا سبب بن جائے۔ چناں چہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تعلیم دی گئی کہ آپ ان کی خطا سے درگذر فرمائیں، ان کی لغزش کو معاف فرمائیں، اور آئندہ کے لئے بھی لطف و مہربانی کا معاملہ جاری رکھتے ہوئے مختلف معاملات میں ان سے مشاورت کریں۔اس سے ان کی دلجوئی ہوتی رہے گی اور آپ کے دل میں اپنی محبت کا احساس ان کو ہوتا رہے گا جو ایمان کی زیادتی کا سبب بنے گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہم معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کا حکم ہے۔

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم والے ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم سے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيَرَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ ٱلْحَقَّ وَيَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَمِيدِ (73)

یعنی جو اہل علم ہیں (اولین مصداق صحابہ) وہ آپ پر من جانب اللہ نازل شدہ قرآن کو مبنی بر حق اور حق تعالیٰ ہی کی طرف راہ نمائی کرنے والا تصور کرتے ہیں۔

### قولِ مفسر:

قتادہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کی راہ پر چلنے والے مراد ہیں۔اس تفسیر پر یہ مطلب ہوگا کہ قیامت کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے مؤمنین صالحین دیکھ لیں گے کہ قرآن حق ہے 'یعنی دلائل کی روشنی میں اب قرآن کو حق جانتے ہیں' قیامت کے دن قرآن کی حقانیت کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔(74) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اصل میں علم والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں جو اللہ کے کلام کو جو اس کے رسول پر نازل ہوا حق اور سچ سمجھتے ہیں اور اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

### صحابہ مجلس نبوی اور جہاد میں سبقت کو پسند کرتے تھے

اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علمی و عملی حرص کو بیان فرمارہے ہیں:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا۟ فِي ٱلْمَجَٰلِسِ فَٱفْسَحُوا۟ يَفْسَحِ ٱللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ ٱنشُزُوا۟ فَٱنشُزُوا۟ يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (75)

مفہوم آیت یہ ہے کہ جب مؤمنین کو مجلس میں کشادگی کے ساتھ بیٹھنے کو کہا جائے تو انھیں چاہیے کہ ایسا ہی کریں۔اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمھیں کو کشادگی عطا کرے گا۔اسی طرح جب مجلس برخواست کرنے کو کہا جائے تو تعمیل حکم میں منتشر ہو جانا

چاہیے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے خدا ان کے درجے بلند کرے گا۔ اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

## قولِ مفسر:

قتادہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں باہم مقابلہ کیا کرتے تھے تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ایک دوسرے کیلئے جگہ کھلی کردیں؛ یہ ضحاک کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہاں مراد قتال کی مجالس ہیں جب وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) جنگ کرنے کے لئے صف بندی کیا کرتے (تو باہم سبقت کیا کرتے) تھے۔ حضرت حسن بصری اور یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مشرکوں سے جنگ کرتے تو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پہلی صف میں کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے وہ ایک دوسرے کے لئے جگہ نہ چھوڑتے وہ قتال اور شہادت میں رغبت رکھتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔[76]

## خلاصہ کلام

قارئین کرام! یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علوّ شان کا مختصر بیان تھا۔ جو قرآن کریم کی آیات اور مفسرین کے کلام سے مستفاد تھا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان حضرات کی قدر و منزلت واضح ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونے والے اکثر اعتراضات کے جوابات بھی آگئے ہیں۔ عقل والوں کے لیے اس میں بہت کچھ سبق موجود ہے اور ناسمجھوں کے لیے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں۔ قرآن کریم کے نزول کے وقت منافقین بھی موجود تھے لیکن بوجہ عدم سنجیدگی، دنیاوی حرص و ہوس، حب جاہ، بغض و عداوت، ان کے نفاق میں ہی اضافہ ہوا۔ یہ تحریر گویا دعوتِ قرآن ہے، یعنی تاریخی قصے کہانیوں کو چھوڑیے اور جو کچھ قرآن بیان کر رہا ہے اس پر ایمان لائیے۔ بزعم خود "مؤمن" کہلانے سے کوئی عند اللہ مؤمن شمار نہیں ہوگا۔ اس کے لیے قرآنی معیار (بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ) پر پورا اترنا ضروری ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ

## حوالہ جات:


(1) سورۃ آل عمران 164:3

Surah Al-Imran 3:164

(2) سورۃ الحجرات 1:49

Surah Hujrat 49:1

(3) سورۃ الحجرات 2:49

Surah Hujrat 49:2

(4) سورۃ الحجرات 5:49

Surah Hujrat 49:5

(5) سورۃ الحجرات 6:49

Surah Hujrat 49:6

(6)سورۃ الاحزاب53:33

Surah Ahzab 33:53

(7)سورۃ الاحزاب53:33

Surah Ahzab 33:53

(8)سورۃ المجادلہ11:58

Surah Mujadilah 58:11

(9)سورۃ الجمعہ9:62

Surah Jumuah 62:9

(10)سورۃ النساء97:4

Surah Nisa 4:97

(11)سورۃ الحج39:22

Surah Hajj 22:39

(12)سورۃ التوبہ41:9

Surah Tawbah 9:41

(13)سورۃ الانفال45:8

Surah Anfal 8:45

(14)سورۃ البقرۃ13:2

Surah Baqarah 2:13

(15)دریابادی عبدالماجد، تفسیر ماجدی،(کراچی، مجلس نشریات اسلام:1418)،ج:1،ص:65

*Daryabadi, Abdul Majid, "Tafseer Majidi", pub: Majlis Nashriyat-e-Islam, Karachi 1418, v:1, p:65*

(16)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن،ج:1،ص:125

*Usmani, Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", pub: Maktaba Maariful Quran, Karachi,2008, v:1, p:125*

(17)سورۃ البقرۃ137:2

Surah Baqarah 2:137

(18)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن،ج:1،ص:355

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", v:1, p:355*

(19)سورۃ البقرۃ:13:2

Surah Baqarah 2:13

(20)دریابادی، تفسیر ماجدی،ج:2،ص:65

*Daryabadi, Abdul Majid, "Tafseer Majidi", v:2, p:65*

(21)سورۃ التوبۃ9:100

Surah Taubah 9:100

(22)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج:4، ص:449

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", v:4, p:449*

(23)دریابادی عبدالماجد، تفسیر ماجدی، ج:2، ص:401

*Daryabadi, Abdul Majid, "Tafseer Majidi", pub: Majlis Nashriyat-e-Islam, Karachi 1418, v:2, p:401*

(24)سورۃ الحدید57:10

Surah Hadid 57:10

(25)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج:8، ص:297

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", v:8, p:297*

(26)سورۃ الحدید57:10

Surah Hadid 57:10

(27)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ص:299

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", v:4, p:299*

(28)سورۃ الانبیاء21:101

Surah Anbiya 21:101

(29)پانی پتی، قاضی ثناءاللہ تفسیر مظہری،(لاہور، ضیاء القرآن پبلیشر:1323ھ)ج:7، ص:330

*Panipatti Qazi, Sanaullah," Tafseer Mazhari", pub: Zia ul Quran, Lahore,1323, v:7, p:330*

(30)سورۃ الحجرات49:9

Surah Hujrat 49:9

(31)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج:8، ص:112

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", v:8, p:112*

(32)سورۃ یوسف12:108

Surah Yousuf 12:108

(33)الترمذي، سنن الترمذي، بَابُ افْتِرَاقِ هَذِهِ الأُمَّةِ. أَبْوَابُ الإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ص:936، رقم:2641، ص:936

Tirmidhi, Muhammad bin Essa," Sunan al Tirmidhi", Chapter: what has been related about the splitting that will occur in this Ummah, The Book on Faith, p:936, Hadith no.2641

(34)سورۃ آل عمران3:110

Surah Imran 3:110

(35)پانی پتی، قاضی ثناءاللہ تفسیر مظہری، ج:2، ص:225

*Panipatti Qazi, Sanaullah," Tafseer Mazhari", pub: Zia ul Quran, Lahore,1323, v:2, p:225*

(36)سورۃالحشر8:59

Surah Hashar 59:8

(37)دریابادی عبدالماجد، تفسیر ماجدی، ج:7،ص:184

*Daryabadi, Abdul Majid, "Tafseer Majidi", v:7, p:184*

(38)سورۃالحشر،9:59

Surah Hashar 59:9

(39)سورۃالحشر،ج:7،ص:185

*Daryabadi, Abdul Majid, "Tafseer Majidi" v:7, p:185*

(40)سورۃالحشر،ج:7،ص:186

*Daryabadi, Abdul Majid, "Tafseer Majidi" v:7, p:186*

(41)سورۃالکھف،28:18

Surah Kahf 18:28

(42)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن،ج:5،ص:587

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", pv:5, p:587*

(43)سورۃانعام،52:6

Surah Ana'm 6:52

(44)سورۃالانفال،62:8

Surah Anfal 8:62

(45)در منثور،ج:7،ص:189

Suyooti, Abdur Rahman bin Abu bakar," Tafseer Durre Mansoor", pub: Zia ul Quran Publications, Lahore,2006, v:7, p:189

(46)سورۃالمجادلۃ،22:58

Surah Mujadilah 58:22

(47)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن،ج:8،ص:352

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", v:8, p:352*

(48)سورۃالفتح،18:48

Surah Fatah 48:18

(49)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن،ج:8،ص:80

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran" v:8, p:80*

(50)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن،ج:8،ص:80

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran" v:8, p:80*

(51)سورۃ الفتح،29:48

Surah Fatah 48:29

(52)سورۃ الفتح،29:48

Surah Fatah 48:29

(53)سورۃ الفتح،29:48

Surah Fatah 48:29

(54)سورۃ الفتح،29:48

Surah Fatah 48:29

(55)سورۃ الفتح،29:48

Surah Fatah 48:29

(56)سورۃ الفتح،29:48

Surah Fatah 48:29

(57)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج:8، ص:91

*Usmani Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", v:8, p:91*

(58)سورۃ الفتح29:48

Surah Fatah 48:29

(59)عثمانی مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج:8، ص:91

*Mufti, Muhammad Shafi," Maariful Quran", v:8, p:91 Usmani*

(60)سورۃ الفتح10:48

Surah Fatah 48:10

(61)دریابادی عبدالماجد، تفسیر ماجدی، ج:6، ص:409

*Daryabadi, Abdul Majid, "Tafseer Majidi", v:6, p:409*

(62)ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر، ج:5، ص:120

Ibne Kaseer, Hafiz Imad ud Din," Tafseer Ibne Kaseer", pub: Maktaba Qudsia, Lahore,2006, v:26, p:299

(63)سورۃ الحجرات7:49

Surah Hujrat 49:7

(64)سورۃ الاحزاب23:33

Surah Ahzab 33:23

(65)پانی پتی، قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری، ج:7، ص:449

*Panipatti Qazi, Sanaullah," Tafseer Mazhari", pub: Zia ul Quran, Lahore,1323, v:7, p:449*

(66)سورۃالحجرات3:49

Surah Hujrat 49:3

(67)مولاناعاشق الہی،انوارالبیان،ج:5،ص:167

Mohajir, Molana Aashiq Ilahi," Anwar ul Bayan", pub: Darul Ishat, Karachi,2006, v:5, p:167

(68)سورۃالفتح26:48

Surah Fatah 48:26

(69)مولاناعاشق الہی،انوارالبیان،ج:5،ص:159

Mohajir, Molana Aashiq Ilahi," Anwar ul Bayan", v:5, p:159

(70)سورۃالتوبۃ124:9

Surah Tawbah 9:124

(71)دریابادی عبدالماجد، تفسیر ماجدی،ج:2،ص:427

*Daryabadi, Abdul Majid, "Tafseer Majidi", v:2, p:472*

(72)سورۃآل عمران159:3

Surah Al Imran 3:159

(73)سورۃسباء6:34

Surah Saba 34:6

(74)پانی پتی قاضی ثناءاللہ، تفسیر مظہری،ج:7،ص:449

*Panipatti Qazi, Sanaullah," Tafseer Mazhari", v:7, p:449*

(75)سورۃالمجادلۃ11:58

Surah Mujadilah 58:11

(76)انصاری ابوعبداللہ، محمد بن احمد خزرجی اندلسی القرطبی، الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی، مترجم پیر کرم شاہ صاحب، تحت الآیۃ: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قِيلَ لَكُمۡ تَفَسَّحُواْ فِي ٱلۡمَجَٰلِسِ(سورۃالمجادلۃ11:58)

*Ansari Qurtabi, Muhammad bin Ahmed," Tafseer Qurtabi", Translation Peer karam Shah Sahib, pub: Zia ul Quran Publications, Lahore,2012*